

خان صاحب! اپنے اصل بیانیے کی طرف واپس لوئیں؟

عمران خان کیلئے مشکلات روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں۔ اصل نکتہ یہ ہے کہ یہ مصائب خاص ترتیب اور منصوبہ بندی سے بڑھائے جا رہے ہیں۔ ہر اہل ہنر کو معلوم ہے کہ اس فیصلہ سازی کا اصل منبع کہاں ہے۔ کون کر رہا ہے۔ مگر سنجیدگی کا تقاضہ یہ ہے کہ انکا کھلے الفاظ میں ذکر نہ کیا جائے۔ بڑے بڑے سیاسی گروہ سب کچھ جانتے ہیں مگر خاموش ہیں۔ صرف اسلیے کہ اگر ”خت شاہی“، گرداب میں آتا ہے تو انکے آگے بڑھنے اور امیر ہونے کے موقع بہت بڑھ جائیں گے۔ یہ ہمارے بدمخت خطرے کی تاریخ ہے کہ ”بادشاہ“ کے بد لئے پر چند رہا ری حد درجہ فائدے میں رہتے ہیں۔ اگلے نظام کا حصہ بننے کیلئے قیمتی انگر کھے سلوانے کا رواج کم از کم ڈھائی ہزار سال پرانا ہے۔ ہمارے خطے پر قدرت کا نایاب عذاب ہے کہ یہاں اعلیٰ اخلاقی روایات سے مبررا حکومت کرنے کے ڈھب کو یارا حاصل ہے۔

تو اتر سے عمران خان کو ایک فارغ العقل، نالائق اور کم فہم انسان ثابت کیا جا رہا ہے۔ یہاں تک فرمایا جاتا ہے کہ وہ کوئی سنجیدہ بات سمجھنے کی استطاعت ہی نہیں رکھتے۔ یہ سلسلہ کس نے شروع کیا۔ کیسے روا رکھا گیا۔ اس میں ملک کی گھاگ ترین سیاسی پارٹی کے اکابرین کی فنی مہارت شامل ہے۔ 2018 کے ایکشن کے متعلق بہت سی چیزیں جانتا ہوں۔ اب مجھ پر سرکاری نوکری کی قدغن نہیں ہے۔ ذہن ہر فکر سے آزاد ہے۔ کیا آپ یقین فرمائیں گے، کہ عمران خان کو 2018 کے ایکشن میں قصد ادھر ہائی اکثریت سے محروم رکھا گیا۔ یہ حد درجہ بڑی خبر دے رہا ہوں۔ حیرت انگیز انکشاف ہے۔ ایکشن سے پہلے یہ بات سیاسی، بین الاقوامی اور غیر سیاسی قوتوں میں طے ہوئی تھی کہ اس بارچہرے کو تبدیل کیا جائیگا۔ مگر اس سے بھی اہم بات یہ بھی ہے کہ خان صاحب کو پارلیمنٹ میں دو تھائی اکثریت لینے سے روک دیا جائیگا۔ اس بات کی اہمیت شامد اس وقت سمجھنے ہیں آرہی تھی۔ مگر چند ماہ سے اب یہ جو ہری نکتہ سب کو نظر آ رہا ہے کہ عمران خان کسی بھی اہم معاملے میں فیصلہ کن رائے رکھنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ انکے پاس کوئی بھی ثبت ایجنسڈ اپارلیمان میں منوانے کیلئے واضح اکثریت حاصل نہیں ہے۔ خان صاحب کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتا، کیونکہ میری انکی کوئی ملاقات نہیں ہے۔ مگر ہو سکتا ہے انہیں حقیقت کا شعور ہو۔ دراصل انہیں ہاتھ پر باندھ کر حکومت دی گئی تھی۔ یہ کلیہ اسلیے استعمال کرنے کی نوبت آئی کہ نواز شریف کو دو تھائی اکثریت دلوانے کے بعد میاں صاحب نے اداروں کی سطح پر جو مارکٹی اور کشیدگی کا وظیرہ اپنایا تھا، اس سے سیاستدانوں اور اداروں میں بد اعتقادی کی فضاح حد درجہ بڑھ گئی تھی۔ یہ ”رسک“، عمران خان کے متعلق ہرگز ہرگز نہیں لیا گیا۔ معاملہ فہم لوگوں کو اس بات کا اندازہ تھا۔ میرا گمان ہے کہ اب یہ حقیقت خان صاحب پر بھی کھل گئی ہوگی۔

جان بوجھ کر پنجاب اور مرکز میں خان صاحب کو ان سیاسی گروہوں کی حمایت مہیا کی گئی جنکی ڈورکسی دوسرے کے ہاتھ میں تھی۔ اکثر سیاسی اتحادیوں کے سرپر، ریفسن اور نیب کی تلوار موجود تھی اور ہے جس سے بچنے کیلئے وہ ہر حکم ماننے کیلئے تیار ہیں۔ نہ ماننے کی گنجائش ان اتحادیوں کے پاس ہے ہی نہیں۔ ہاں ایک حد درجہ مشکل بات۔ ان لوگوں کو مال کمانے کی بھر پورا جازت اور سہولت مہیا کی گئی ہے۔ لازم ہے کہ یہ اجازت عمران خان کی طرف سے نہیں ہے۔ کیونکہ اب اسکو اندازہ ہو چکا ہے کہ وہ کس طرح استعمال ہوا ہے۔ کس بے

دردی سے اسکے سیاسی کیرز کو برباد کیا گیا ہے اور کس طرح لوگوں کے ذہنوں سے اسے ”آخری امید“ کے طور پر بھی ختم کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ ویسے سیاست میں منطقی بات کرنی بہت مشکل ہے۔ مگر مثال کے طور پر حالیہ آٹے کے بھرمان کو لے لیجئے۔ وزیر اعظم کے حکم پر جوانکوارٹری رپورٹ سامنے آئی ہے اس سے چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں۔ پنجاب میں ایک اتحادی جماعت کے اہم رکن نے تمام تر دباو استعمال کر کے لاہور کی آٹا ملوں کا کوٹہ کم کروایا اور پنڈی کی فلور ملوں کا بڑھوادیا۔ پنڈی میں شائد 168 میں ہیں۔ پنڈی کی اور اسکے ماحفظہ علاقوں کی آبادی، لاہور کی نسبت سے قدرے کم ہے۔ لازم ہے کہ آٹے کا کوٹہ لوگوں کے استعمال کیلئے تو بڑھایا نہیں گیا تھا۔ اسکونتو انتہائی ذہین طریقے سے مختلف گروہوں نے ہمسایہ شالی ملک میں بھجوادیا۔ مکمل طور پر اندازہ ہے کہ پنڈی ڈویژن سے لیکر افغانستان پہنچانے کے راستے میں تمام چیک پوسٹیں اور زنجیریں خریدی جاتی ہیں۔ یہ بالکل عام سی بات ہے۔ ہر شخص جانتا ہے۔ مگر اسکا ذکر نہیں کیا جاتا۔ کوٹہ بڑھانے کا ریٹ آپکی توقع سے بھی زیادہ ہے۔ صاف مطلب یہ ہے کہ پنجاب کی اتحادی جماعت نے کھل کر کھیل کھیلا اور انکوارٹری رپورٹ کے مطابق چند اہم لوگ مزید امیر ہو گئے۔ سندھ کے متعلق کیا بات کی جائے۔ وہاں تو حکومت نام کی چیز ہی نہیں ہے۔ گندم خریدنے کے اندر اس درجہ تسلیم برتا گیا کہ لوگوں کی پریشانیوں میں حد درجہ اضافہ ہو گیا۔ یہی تسلیم کے پی میں بھی نظر آیا۔ بلوچستان نے سرے سے گندم کی خریداری کی ہی نہیں۔ ویسے عرض کرتا چلوں تین برس، بلوچستان رہا ہوں۔ وہاں کی ملوں سے آٹا بڑے آرام سے افغانستان پہنچ جاتا ہے۔ حد درجہ منافع پر فروخت ہوتا ہے۔ جزئیات میں نہیں جانا چاہتا۔ مگر پنجاب کی سیاسی اور سرکاری مشینری حالات کو سمجھ ہی نہیں پائی۔ بلکہ اگر یہ عرض کروں کہ اتحادی جماعت کے اکابرین کے سامنے سرگاؤں ہو گئی تو زیادہ مناسب بات ہو گی۔ نتیجہ صرف ایک نکلا۔ پیٹی آٹی کی حکومت اور عمران خان کی اس درجہ جگہ ہنسائی ہوئی کہ خدا کی پناہ۔ انگی حکومت کی ساکھ کو خوفناک حد تک نقصان پہنچا۔ مگر اب اس معاملے میں کچھ نہیں ہو سکتا۔ جس فریق نے پیسے کمانے تھے، وہ دیہاڑی لگا کر خاموش ہو چکا ہے۔ نام تک جانتا ہوں۔ مگر بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہاں سچ بولنے والے کو قبرتک اُتارنا ”جہاد“ سمجھا جاتا ہے۔

بات عمران خان کی ہو رہی تھی۔ یہ بات درست ہے انکو حکومت چلانے کا کوئی تجربہ نہیں۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ وزیر اعظم ہاؤس میں اسکے دوست نہیں، دشمن بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ بھی بدمقتوں کا عروج ہے کہ وزیر اعظم انتہائی درمیانے درجے کے بیورو کریمیں کے ساتھ حکومت چلانے کی کوشش میں مصروف ہیں جو کہ عملانہاً ممکن ہے۔ انتہائی کامیابی اور عیاری سے عمران خان کو سمجھیدہ بیورو کریمیں سے دور کر دیا گیا ہے۔ انہیں اندازہ نہیں ہے کہ کس سرکاری افسر کی جڑیں مخالف حریف کے کس گملہ میں پیوست ہیں۔ اسی سے انکی ہربات کو عملی طور پر منفی رنگ دیدیا جاتا ہے۔ ابھی فیصلہ ہوانہ نہیں ہوتا، کہ اسکونا لائقی اور بیوقوفی کا رنگ دیکھ لوگوں میں بھر پور غیر مثبت تاثر قائم کر دیا جاتا ہے۔ یہ کھیل اسلام آباد، لاہور اور لندن میں حد درجہ کامیابی سے کھیلا جا رہا ہے۔ اسکا نقصان صرف اور صرف عمران خان کو پہنچ رہا ہے۔ تھوڑے دن پہلے پیٹی آٹی کے ایک رہنمای تشریف لائے۔ وہ سیاسی حالات سے اس قدر نالاں بلکہ خوفزدہ تھے کہ گوشہ نشینی یا ہجرت کے متعلق سوچ رہے تھے۔ خیال تھا کہ انکا سیاسی کیر رختم ہو چکا ہے۔ اگلے ایکشن میں تحریک انصاف سے سیاسی وابستگی سے حد درجہ ہزیمیت ہو گی اور جینے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انکے بقول یہ پیٹی آٹی کی پہلی اور آخری حکومت ہے۔ مگر یہ بات بالکل صائب

ہے کہ عمران خان کو سیاسی طور پر ناقابل بیان حد تک نقصان پہنچا ہے اور روز بروز پہنچ رہا ہے۔

مجھے کسی سیاسی پارٹی سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ میرے نزدیک جو بھی وزیر اعظم بنے گا، وہ اس ملک کے معروضی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے عوامی بہبود کیلئے کچھ بھی نہیں کر پائیگا۔ سیاستدانوں نے ایک دوسرے کو اتنا بے تو قیر کر دیا ہے کہ ملک میں ”سیاسی پسیس“، حد درجہ کم ہو چکی ہے۔ یہ خلا دوسرے اداروں نے کامیابی سے حاصل کر لی ہے۔ اتنی تھوڑی پسیس میں کوئی افلاطون بھی ملک کے بنیادی مسائل کو حل نہیں کر سکتا۔ مگر اب سوال یہ ہے کہ عمران خان کو کیا کرنا چاہیے۔ بتایا گیا ہے کہ عمران خان اس درجہ زرگست کا شکار ہے کہ وہ کسی کی تجویز کو قابل غور نہیں سمجھتا۔ مگر ایک دوسری رائے یہ بھی ہے کہ وہ تجویز پر غور کرتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے۔ بہر حال مجھے اس امر کا قطعاً ادراک نہیں کہ عمران خان کا فیصلہ کرنے کا انداز کیا ہے۔ مگر یہ سوال تو بالکل جائز ہے کہ وہ خود غور کرے کہ اسکی اصل طاقت کیا ہے۔ بیس سال مسلسل ناکام ہونے کے بعد ایک دم کیسے مقبول ہو گیا۔ جو ہری بات یہ ہے کہ عمران خان نے پوری قوم اور بالخصوص نوجوانوں کو ایک نیا، منفرد بلکہ انقلابی بیانیہ دیا تھا۔ گورنر ہاؤسوں کے ٹوٹنے کی نوید سنائی تھی۔ سفارش کے لکھر کو ختم کرنے کی بات کی تھی۔ معاشی، معاشرتی، سماجی اور اقتصادی انصاف کی بات کی تھی۔ اس بیانیے نے لوگوں کے دلوں کے تاروں کو ہلا کیا تھا۔ لوگوں کے ذہنوں میں پیوست ہو چکا تھا کہ عمران خان جیسے ہی آئیگا، ملک کی تقدیر بدل جائیگی۔ مگر حکومت سازی کیلئے عمران خان نے وہ وہ سمجھوتے کر لیے جو اسکے اصل بیانیے سے کیمسرت متضاد تھے۔ نتیجہ یہ کہ لوگوں کے دلوں میں اسکے لیے منفی جذبات اُمڈ آئے۔ اب بھی وقت ہے عمران خان کو چاہیے کہ وہ حقائق کو لوگوں کے سامنے لائے۔ انہیں اپنی مجبوریاں بتائے اور اپنے اصل بیانیے کی طرف لوٹ جائے۔ اسکی حکومت جاتی ہے تو جائے۔ اگر وہ صدق دل سے اپنے پرانے بیانیہ کی تکمیل کیلئے حکومت چھوڑتا ہے تو لوگ اسے آرام سے مند پر دوبارہ بیٹھا دیں گے۔ مگر اسکے لیے حد درجہ سنجیدگی اور مدد برپن چاہیے۔ اگر خان اسی طرح چلتا رہا تو آنے والے مسائل قیامت خیز ہو جائیں گے۔ حکومت تو پھر بھی چلی جائیگی۔ اپنے اصل بیانیے کی تکمیل کی خاطر قربانی دینے سے وہ سیاسی طور پر امر ہو سکتا ہے۔ شاید؟

راوٰ منظر حیات